سید احمد شہید
ترتیب و حواشی
ابو سلمان شاہجہانپوری

تذکرۂ خانوادۂ ولی اللّٰہیؒ

باب پنجم
اصحاب ثلاثہ کے شاگرد

حضرت سیدا حمد صاحب قدس سرہ

جناب ہدایت انتساب زبدہ واصلان درگاہ سید احمد صاحب طابَ ثراہ و جُعِلَ الجنۃ مثواہ - سادات عظام اور مشائخ عظام سے تھے - موطن اصلی آپ کا بریلی اوائل حال میں شوق طالب علمی میں وطن سے وارد شاہجہان آباد ہوکر حضرت بابرکت مولانا عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی خدمت میں سراسر افادت میں حاضر ہوکر مسجد اکبر آبادی

حواشی

سید احمد بریلویؒ

حضرت سید احمد شہید ۲۹ر نومبر ۱۷۸۶ء کو رائے بریلی میں پیدا ہوئے - ان کا سلسلۂ نسب ۱۷ویں صدی کے ایک بزرگ حضرت سید شاہ علم اللہ (وفات ۸ اکتوبر ۱۶۸۵ء) سے ملتا ہے - شاہ علم اللہ، سید آدم بنوری خلیفہ حضرت سید مجدد الف ثانی کے خلفائے کبار میں سے تھے - شاہ صاحب تک ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے :-

سید احمد شہید ابن سید محمد عرفان بن سید محمد نور بن سید محمد ہدی بن سید علم اللہ -

میں فروکش ہوئے اور صرف و نحو میں فی الجملہ سواد حاصل کیا۔ از بسکہ ذوق درویشی اور مسکینی طینت میں پڑی ہوئی تھی، اکثر خدمت مسجد اور اس مقام کے واردان خصوصاً درویشان پاک طینت کی جو دور دراز سے تحصیل علم باطنی کے شوق میں جناب مولانا عبدالقادر صاحب مغفور موصوف کی خدمت میں حاضر رہتے، خاطرداری اور سرانجام مہام میں ایسے بدل سرگرم ہوتے گویا اس امر کو اہم مہام سمجھے ہوئے تھے اور اس زمانے میں بھی اپنی اوقات کو طاعات و عبادات میں ایسا مصروف کیا تھا کہ جو لوگ حضرت اس امر کے واسطے کنج نشین اور گوشہ گزیں تھے، ان سے بھی اس طرح خاطر مجموع اور حضور قلب سے ظہور میں نہ آتے تھے۔ اکثر مولانا مغفور فرماتے تھے کہ اس بزرگ کے احوال سے آثار کمال ظاہر ہوتے ہیں اور مادہ اس سعادت منش کا ترقی مدارج علیا کا قابل نظر آتا تھا۔

اسی اثنا میں سرگروہ علمائے اعلام اسوۂ بلغائے عظام جامع کمالات صوری و معنوی

ابتدائی تعلیم رائے بریلی میں حاصل کی۔ جب فارسی اور اردو کی کچھ استعداد پیدا ہوگئی تو احباب کی ایک جماعت کے ساتھ لکھنؤ کا سفر اختیار کیا اور تقریباً چار ماہ قیام کے بعد عازم دہلی ہو گئے۔ سید صاحب دہلی ۱۲۱۸ھ کے اواخر یا ۱۲۱۹ھ کے اوائل میں پہنچے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اس وقت حیات تھے۔ شاہ صاحب نے ان کے حال پر بہت شفقت فرمائی اور تسلی دی اور تعلیم کے لیے شاہ عبدالقادرؒ کے حوالے کر دیا۔ مسجد اکبرآبادی کا ایک حجرہ ان کے قیام کے لیے تجویز ہوا۔ دہلی میں سید صاحب نے تقریباً تین سال قیام کیا۔ ۱۲۲۲ھ میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اسی سال کے اواخر یا ۱۲۲۳ھ کے اوائل میں رائے بریلی تشریف لے گئے اور خاندان کی ایک خاتون سیدہ زہرہ سے شادی کی۔

سید صاحب کو عبادت الٰہی اور ذکر و فکر کا شوق بچپن سے تھا۔ خدمت خلق میں بھی وہ ہمیشہ مستعد رہتے تھے۔ آثار ولایت ان کے اشغال و اذکار سے ظاہر تھے۔ لیکن یہ بات متحقق نہیں ہے کہ اس زمانے میں آپ کی ذات گرامی مرجع خلق تھی۔ یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ آپ نے

خادمِ حدیث شریف نبوی مولانا و بالفضل اولانا مولوی شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمۃ سے بیعت کا ارادہ کیا۔ جب ان کی خدمت میں گئے، مولانا ممدوح جو کہ ان کے حالات سے واقف تھے، فرمایا کہ اگرچہ حق جل و علا نے اس صاف باطن کو اختیار طریقہ رشد و ہدایت کے باب میں واسطے کا محتاج نہیں رکھا اور وسیلے کا نیاز مند نہیں کیا لیکن اہلِ ظاہر کے نزدیک ہر چیز کے لیے ایک سبب ضرور ہے۔ رفع حجت عوام کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں۔ پھر آپ نے مولانائے موصوف سے بیعت کے بعد چند مدت تک سفر اختیار کیا اور اطراف و جوانب میں خداشناسان پاک باطن سے فیض حاصل کرنے میں سرگرم رہے۔ از بسکہ مقامات عالی روز بروز کھلتے جاتے تھے اور مراتب عُلیا آناً فاناً ترقی میں تھے۔ اس ترقی بے زوال سے اہلِ ظاہر کو آگاہی ہو چکی اور ہر طرف سے لوگوں نے ہجوم کیا اور کسی نے بیعت اور کسی نے ادائے حاجت سے سوال کرنا شروع کیا۔ چونکہ اخفائے حال اور ستر احوال منظور تھا خیال میں یہ آیا کہ اگر اہلِ دنیا کے لباس

خداشناسان اہلِ باطن سے فیض حاصل کرنے کے لیے اطراف و جوانب کا سفر اختیار کیا تھا۔ ابتدائی دور کے اسفار میں رائے بریلی سے لکھنؤ اور دہلی اور پھر دہلی سے بریلی کے سفر یا پھر تقریباً چار سال کے بعد ۱۲۲۶ھ / ۱۸۱۱ء میں ٹونک جاتے ہوئے اسی راستے سے گزرے تھے۔ ۱۸۱۱ء سے پہلے آپ نے اور کوئی سفر اختیار نہیں کیا۔

ٹونک کا سفر آپ نے اشارۂ غیبی کی بنا پر اختیار کیا تھا۔ مولانا غلام رسول مہر نے ظاہری اسباب میں سید صاحب موصوف کے جذبۂ خدمت دین اور اسلامی حکومت کے احیاء کے عزم کو قرار دیا ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی کی رائے ہے کہ ان کے ٹونک جانے میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ایماء کو دخل تھا۔

سید صاحبؒ ۱۸۱۱ء میں ٹونک پہنچے اور فوج میں ملازمت اختیار کر لی۔ نواب امیر خاں اس وقت سریر آرائے سلطنت تھے۔ سید صاحبؒ نے بہت جلد امیر موصوف کا اعتماد حاصل کر لیا۔ نواب ان کا بہت احترام کرتے تھے اور تمام اہم معاملات میں آپ سے مشورہ لیتے تھے۔ سید صاحبؒ

سے ملبس ہو کر علم باطنی کی تکمیل و تحصیل کی جائے تو یہ ہجوم عوام کا جمعیت اوقات میں خلل انداز نہ ہوگا - اس خیال سے ٹونک کی طرف تشریف لے گئے اور نواب امیر خاں کی رفاقت میں اور ازبسکہ شجاعت اور جوانمردی سادات صحیح النسب کا جوہر ہے - اس اثنا میں ترددات عظیمہ آپ سے ظہور میں آئے اور باایں ہمہ تلاش اہلِ باطن کی روز و شب پیش نہاد اور اکثروں کو ہدایت کی راہ بھی آپ سے حاصل ہوئی

نے ٹونک میں تقریباً ساڑھے چھ سال قیام کیا - اور دسمبر ۱۸۱۷ء میں جب نواب موصوف نے انگریزوں سے معاہدہ کر لیا تو سید صاحب نے اُن سے ترک تعلق کر لیا اور وسط ۱۸۱۸ء میں آپ دہلی تشریف لے آئے - اور اکبر آبادی مسجد کے اسی حجرے میں قیام کیا جس میں وہ بزمانہ طالب علمی قیام فرما تھے -

روانگی سے پیشتر آپ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں خط لکھا - اس میں تحریر فرماتے ہیں :

"یہ خاکسار سراپا انکسار حضرت کی قدم بوسی میں عنقریب حاضر ہوتا ہے
یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہوگیا - نواب صاحب فرنگی سے مل گئے - اب
یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں -"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹونک کی فوج سے سید صاحب کا تعلق صرف وجہ معاش کی بنا پر نہ تھا، نیز مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی رائے کے مطابق فوج سے سید صاحب کا تعلق حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے پیش نظر ایک منصوبے کی کڑی تھا - سر سید احمد خاں کا یہ بیان پایۂ تحقیق کو نہیں پہنچ سکا کہ نواب امیر خاں کی رفاقت سے اخفائے حال مقصود تھا، یا ہجوم عوام سے دُور رہ کر جمعیت اوقات پیشِ نظر تھی -

آپ کی تاریخ وفات ۲۲ر جمادی الثانی ۱۲۲۸ھ مطابق ۲۲ر جون ۱۸۱۳ء ہے -

یہ کہنا کہ "اُس دفعہ آپ کے تشریف لانے سے عوام شہر میں غلغلہ پڑ گیا تھا" مبالغہ سے خالی نہیں - لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ عوام کا رجوع اب شروع ہوا تھا اور اس کی وجہ

جب اس عرصہ میں جمیع مراتب کی تکمیل ہوگئی آپ ترک دنیا کرکر پھر شاہجہان آباد تشریف لائے اور مسجد اکبر آبادی میں وارد ہوئے۔

اس اثنا میں مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو چکا تھا اور مولوی محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ قائم مقام علوم رسمی کے درس وتدریس میں مصروف تھے اور اہل باطن کی طرف چنداں ملتفت نہ ہوتے تھے۔ جب اس دفعہ آپ کے تشریف لانے سے مردم شہر

ولی اللٰہی خاندان کے اصحاب علم وفضل کی عقیدت تھی۔ اس موقع پر مولوی محمد اسماعیل شہید، مولوی مخصوص اللہ، مولانا عبد الحیؒ، مولوی محمد اسحاق، مولوی محمد یعقوب وغیرہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان اصحاب کی عقیدت نیز حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ حیات تھے۔ ان کی توجہ عوام میں سید صاحب کی مرجعیت اور مقبولیت اور شہرت کا باعث بنی۔ خاندان ولی اللٰہی کے رجوع وعقیدت اور توجہ کے بعد سید صاحب کی ولایت اور معرفت کا غلغلہ پڑ گیا تو مبالغہ نہ ہوگا۔

سید صاحبؒ سے مولانا عبد الحی اور مولانا اسمٰعیل شہید کی بیعت کی مختلف روایتیں ہیں جو مولانا ابوالحسن ندوی اور مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے اپنی کتابوں میں جمع کردی ہیں۔ سرسید مرحوم نے جو روایت بیان کی ہے یہ انوار العارفین کے حوالے سے مولانا مہر صاحب مرحوم نے نقل کی ہے۔ سرسید مرحوم کے اس روایت کے نقل کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ روایت اس زمانے میں مشہور تھی۔

دونوں صاحبان (یعنی مولانا عبد الحی اور مولانا اسماعیل شہید) کفش برداری کو فخر سمجھتے ہی نہ تھے بلکہ ان کا عمل بھی یہی تھا۔ سید صاحب نے دوآبے کا تبلیغی دورہ کیا تو دونوں صاحب ساتھ تھے۔ ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی "مولانا عبد الحی اور مولانا اسماعیل کا یہ حال تھا کہ سواری کے ساتھ پیدل چلتے، لگام تھامتے، جوتیاں اٹھاتے، آپ (سید صاحب) سوتے تو وہ ساری رات جاگتے"

سید صاحب نے یہ دورہ نومبر ۱۸۱۸ء میں شروع کیا تھا، اور دہلی سے نکل کر غازی آباد، میرٹھ، بڑھانہ، پھلت، سہارنپور، دیوبند وغیرہ مقامات اور ان کے اطراف واکناف تک

میں ایک غلغلہ پڑ گیا تھا اور طالب فیض باطن کے کثرت سے ہجوم کرنے لگے۔

ایک بار مولوی صاحب موصوف نے باتفاق مولوی عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ کی خدمت میں جاکر عرض کیا کہ ہم کو نماز حضور قلب سے کبھی میسر نہیں ہوئی۔ اگر آپ کی ہدایت سے یہ امر حاصل ہو جاوے تو عین مدعا ہے۔ حضرت نے کشف باطن سے معلوم کیا

گئے اور مئی ۱۸۱۹ء میں پھر دہلی واپس پہنچ گئے۔

یہ تبلیغی دورہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے مشورہ وایماء سے ہوا تھا۔ شاہ صاحبؒ نے مختلف مقامات پر اپنے معتقدین اور منتسبین کو خطوط بھی لکھ دیئے تھے جن میں سید صاحب کا تعارف کرایا تھا اور ان کی عزت و توقیر اور تواضع کرنے کی تاکید کی تھی۔ دورے کے مقصد کے بارے میں مولانا مہر صاحب فرماتے ہیں :

"اصل مدعا بہرحال یہی تھا .... تا .... جہاد کا آغاز ہوگیا"

(سید احمد شہید صفحہ ۱۴۹)

واپس آنے کے چند دن بعد رائے بریلی کے سفر کے ارادے سے نکلے۔ اور رام پور، بریلی اور شاہجہان پور ہوتے اور دعوت و تبلیغ فرماتے ہوئے ۲۳ جون ۱۸۱۹ء کو تقریباً ۸ سال کے بعد وطن مالوف پہنچے۔ اس موقع پر آپ نے دو سال سے کچھ زیادہ قیام کیا لیکن یہ ساری مدت بھی رائے بریلی کے اطراف و اکناف میں دعوت و تبلیغ میں بسر ہوئی۔ مولانا عبدالحی اور شاہ اسماعیل شہید اس سفر میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔

حج کے لیے سید صاحب ۳۰ جون ۱۸۲۱ء کو رائے بریلی سے روانہ ہوئے تھے۔ چار سو عازمین حج آپ کے ساتھ تھے، کچھ لوگ راستے میں شریک عزم حج ہوگئے تھے۔ نومبر میں کلکتہ پہنچے، اور تقریباً تین ماہ کے قیام کے بعد دس جہازوں میں ۷۵۳ عازمین حج کو لے کر کلکتہ سے روانہ ہوئے۔ سفر حج میں دو سال دس مہینے صرف ہوئے۔ ۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء کو واپس رائے بریلی پہنچ گئے۔

جہاد کی تبلیغ تو اس وقت سے شروع ہوگئی تھی جب حضرت سید صاحبؒ دو آبے کے

کہ یہ بطریقِ امتحان اس طرح کہتے ہیں۔ تبسّم کیا اور فرمایا کہ "مولانا! آج شب کو اس حجرے میں تشریف لاؤ۔ شاید یہ بات ظہور میں آجاوے۔ ان کو زیادہ استعجاب ہوا اور شب کو دونوں صاحب تشریف لے گئے اور آپ نے اپنے ساتھ ان کو نماز میں کھڑا کیا اور جب نماز پڑھ چکے، فرمایا کہ اب جُدا جُدا نیت باندھ کر دو دو رکعت علیحدہ پڑھو

دورے پر نکلے تھے لیکن حج سے واپسی کے بعد وعظ کا خاص جہاد تھا۔ داعیانِ جہاد کے سرخیل مولانا شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحیؒ تھے۔ جہاں تک ہر دو صاحبوں میں جذبۂ اطاعت کا تعلق ہے، بلاشبہ اسی درجہ کا تھا کہ اگر انھیں اپنے پیر و مرشد کے کسی حکم کی علت نہ معلوم ہو تب بھی اس حکم کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کریں لیکن سرسید مرحوم کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ وہ فضیلتِ جہاد کے بیان کی منشا نہ جانتے تھے۔ اور محض تعمیلِ حکم میں جہاد پر تقریر کرتے پھرتے تھے۔ جہاد کے جو نتائج سامنے آئے وہ بدون یہ جانے کہ یہ سب تیاری کس لیے ہے، پیدا ہی نہ ہو سکتے تھے۔ اور یہ بات نوادر بھی مضحکہ خیز ہے کہ ہر دو صاحبان سید صاحب کے ساتھ کوہستان کو چلے گئے اور یہ ہنوز اس کی منشا سے واقف نہیں۔ اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مولانا عبدالحی اور شاہ اسماعیل شہید شروع سے مقصدِ دعوتِ جہاد سے واقف تھے، انھیں منزل کا علم تھا اور بیعت کے بعد سے جو قدم اٹھا تھا وہ علم و یقین کی پوری روشنی میں اٹھا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سید صاحب سفرِ حج سے پہلے ہی ہجرت کرنا اور جہاد شروع کر دینا چاہتے تھے، سفرِ حج کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ پھر اشارہ غیبی پاکر سفرِ حج کے لیے نکلے اور مراجعت کے بعد پھر جہاد اور ہجرت کی تیاری شروع کر دی۔

سفرِ حج سے مراجعت کے بعد ایک سال دس ماہ جہاد کی دعوت اور تیاری میں صرف ہوئے ۱۷ر جنوری ۱۸۲۶ء کو دوشنبہ کے دن سید صاحبؒ نے راہِ ہجرت میں قدم رکھا اور اس سرزمین سے ہمیشہ کے لیے مفارقت فرمائی، جس کے محبت پرور ماحول میں زندگی کی چالیس بہاریں گزاری تھیں اور جس کے چپّے چپّے کے ساتھ وابستگی کے بیسیوں رشتے قائم تھے۔

یہ فریضۂ جہاد کی بجا آوری کا پہلا مرحلہ تھا۔ غازیوں کی جماعتوں کو باقاعدہ جماعتِ خاص۔

یہ جب کھڑے ہوئے تو اس طرح کا استغراق ہوا کہ ان دونوں صاحبوں کو انھیں دو[۲] رکعت میں شب بسر ہوگئی۔ جب یہ فیض باطن مشاہدہ کیا صبح کو دونوں صاحبوں نے بیعت کی اور یہاں تک آپ کی کفش برداری میں حاضر رہے کہ آپ کی کفش برداری کو فخر سمجھتے تھے۔

چند روز کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولانا! مشیت الٰہی میں یہ ہے کہ تم کو تکمیل اس علم کی اور تتمیم ان مراتب کی سفر میں حاصل ہو۔ ان کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ کا سفر کیا اور راہ میں قریب ہزار آدمی کے اپنے ہمراہ لے کر اور ان کے مایحتاج کے متکفل ہو کر حج ادا کیا۔ اور وہاں سے پھر ہندوستان کی طرف تشریف لائے۔

اور آپ جو ترویج رسوم شرعیہ اور امر بالمعروف بہت کرتے منہیات کا رواج آپ کے قدوم کی برکت سے اکثر اطراف سے اُٹھ گیا۔ طرفہ یہ کہ شہر کلکتہ میں جب تک آپ نے تشریف رکھی شراب مطلق بکنے نہ پائی۔ اور کلال خانہ بند رہا۔ اور اس نواح میں

مقدمۃ الجیش، میسرہ، میمنہ اور ساقۃ الجیش میں تقسیم کیا گیا تھا۔ منزل مقصود چارسدہ تھی۔ ۳۰/ ۲۲ر نومبر کو چارسدہ پہنچے، بعدازاں جہاد کا آغاز کر دیا گیا۔ چارسدہ اور اطراف و جوانب میں دعوت و ارشاد کا کام بھی جاری رہا۔

بعد میں پنجتار کو جہاد اور دعوت و ارشاد کا مرکز بنایا گیا۔ یہیں ۶ر فروری ۱۸۲۹ء کو جمعہ کے دن پنجتار میں بیعتِ شریعت لی گئی، خوانین و اکابر کے علاوہ دو ہزار کے قریب علماء اور اسی قدر ان کے تلامذہ اور دوسرے لوگوں نے شرکت کی۔ سید صاحب نے اس موقع پر ایک موثر تقریر فرمائی تمام حاضرین نے صلاح و مشورے کے بعد نظام شرعی کے قیام کے لیے حضرت سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد بھی متعدد قبائل بیعتِ شریعت میں داخل ہوئے۔

کسی علاقے کی امارت سید صاحبؒ نے براہِ راست اپنے ہاتھ میں نہ لی۔ مختلف علاقوں کے سردار اور قبائل کے روسا نے جب سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور عشر دینا منظور کر لیا تو سید صاحب نے ان کے علاقوں اور قبیلوں کی امارت انھیں کے سپرد کر دی۔ البتہ سید صاحب

آپ کے مریدوں کی کثرت لاکھوں سے گزر گئی اور آپ کے اکثر خلفا کو قطب اور اوتاد کا مرتبہ حاصل ہوا۔ اور چونکہ از روئے کشف باطن کے معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کو مع اکثر مومنین پاک اعتقاد کے شہادت نصیب ہونے والی ہے، مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی کو اجازت حاصل ہوئی کہ اطراف ہندوستان میں وعظ کہو اور بیشتر جہاد اور فضیلت شہادت بیان کرو۔ ہر چند یہ اس کا منشا نہ جانتے تھے اور پوچھ نہ سکے کہ اس ارشاد کا سبب کیا ہے لیکن چونکہ مرید باخلاص تھے سرمو تجاوز نہ کیا اور فرمان بجا لائے۔ ان کے وعظ سے لاکھوں مردم شاہراہ ہدایت پر آگئے اور شوق ماہوالحق دل میں جم گیا اور جہاد کی فضیلت ذہنوں میں بیٹھ گئی اور خود بخود چاہنے لگے کہ اگر جان و مال راہ الٰہی میں صرف ہو تو عین سعادت ہے۔ بعد مدت کے ان بزرگوں کو حضرت نے لکھا کہ اب ہمارے پاس چلے آؤ۔ یہ تو جاں نثار تھے بموجب حکم کے مشتاقین وعظ کو نیم جان چھوڑ کر خدمت بابرکت میں راہی ہوئے اور حضرت ان کو ہمراہ لے کر کوہستان کو چلے گئے اور

نے قضا، احتساب، افتاء اور تحصیل عشر کے لیے نظام قائم کر دیے تھے۔

پورے علاقے کے چیف قاضی القضاۃ سید محمد حبان تھے۔ جنگ مردان میں ان کی شہادت کے بعد مولوی محمد رمضان کو یہ عہدہ سونپا گیا۔ مختلف علاقوں میں الگ الگ قاضی مقرر کیے گئے مثلاً کوٹلا کے قاضی ملا سید میر صاحب تھے جو ملا صاحب کوٹھا کے نام سے مشہور تھے۔ شبرہ کے قاضی ملا حسن اللہ تھے۔ پشاور میں مولوی مظہر علی عظیم آبادی کو قاضی مقرر کیا گیا تھا۔ ملا قطب الدین ننگرہاری کو پورے علاقے کا محتسب مقرر کیا گیا۔ تیس بندوقچی ان کے ساتھ ہوتے تھے، وہ قریہ قریہ گھومتے پھرتے اور تارکین صلاۃ کا احتساب کرتے تھے۔ تحصیل عشر کے لیے مختلف علاقوں میں محصلین کو مقرر کر دیا گیا تھا۔ سید صاحب نے جو نظام حکومت قائم کیا تھا وہ بہت تھوڑی مدت زیر عمل رہا۔ اور وہ بھی اپنی بالکل ابتدائی شکل میں تھا۔ لیکن اس تھوڑی سی مدت میں پورے علاقے کی کایا پلٹ گئی۔ تمام لوگ شریعت کے پابند ہو گئے۔ بدکاریاں ترک ہو گئیں۔ مقدمات کے فیصلے شریعت کے مطابق ہونے لگے۔ مثلاً [illegible]

یہ ہنوز اس کی منشا سے واقف نہیں۔

جب پنجتار میں وارد ہوئے تو قوم افغان باآنکہ وحوش سے کم نہیں حضرت کے ایسے معتقد ہوئے کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت امامت کی اور عہد کیا کہ اگر حضرت جہاد کریں تو ہم سرفروشی کو حاضر ہیں۔ آپ نے سکھوں کی قوم پر جہاد قائم کیا۔ مردم ہندوستان اس خبر کے سننے سے اطراف وجوانب سے راہی ہوئے اور سوائے قوم افاغنہ کے مردم ہندوستان لاکھ آدمی کے قریب جمع ہوئے اور خطبہ آپ کے نام کا پڑھا گیا، دور دورہ امام ہوگیا چند منزل تک عشر بطریقہ اسلام میں ایک نوع خراج کی ہے، آپ کے پاس آنے لگا۔ پشاور اور بعض اور مکان سکھ عمل داری سے نکل کر نمازیان اسلام کے تصرف میں آگئے۔ سکھوں کے باوجود اس شوکت وشان ظاہری کے آپ کا ایسا رعب دل میں بیٹھ گیا کہ کچھ ملک دینے پر راضی ہوئے، سچ ہے کہ

ہیبت حق است این از خلق نیست

لیکن حضرت کو چونکہ ترویج اسلام منظور تھی قبول نہ کیا کئی سال تک یہ سلسلہ یوں ہی چلا گیا اور مولانا مولوی عبدالحی نے بیماری پیچش سے سفر آخرت اختیار کیا۔ بعد اس کے چونکہ قوم افاغنہ بندہ زر اور نہایت طامع ہیں، سکھوں کے اغوا سے آپ سے منحرف ہوگئے اور معرکہ جنگ میں آپ سے دغا کی۔ ازبسکہ مشیت الٰہی میں دولت شہادت آپ کے نصیب میں تھی، قریب بالاکوٹ کے حضرت نے مع مولوی محمد اسمٰعیل اور اکثر مومنین

میں کبھی کہیں جاتا تو گاؤں کے لوگ دوڑے آتے اور بتاتے کہ یہاں کوئی بے نماز نہیں۔

(مخصوص) خوانین کی آبادی کی تنگ نظریوں، ذاتی مفادات کے لیے سیپیوں اور سکھوں کی ریشہ دوانیوں نے دعوت وارشاد اور قیام نظام شرعی کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ لیکن حضرت سید صاحبؒ نے اپنی تحریک جہاد وقیام نظام شرعی سے ثابت کردیا کہ خیر القرون سے اس درجہ البعد زمانے میں بھی اسلامی حکومت کا قیام ناممکن نہیں۔

سرسید احمد خان کے انداز بیان سے یہ شبہ نہ ہو کہ مولانا عبدالحی کا انتقال بعیت امامت

صاف اعتقاد کے شہادت پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔
حضرت کی شہادت کو چودہ پندرہ برس کا عرصہ گزرا ہے۔

کے انعقاد اور نظام شرعی کے قیام کے بعد ہوا تھا۔ مولاناؒ بیعت امامت کے انعقاد سے کامل ایک سال قبل ۴ ۲ر فروری ۱۸۲۶ء کو راہیٔ ملکِ عدم ہو چکے تھے۔

حضرت سید احمد بریلویؒ اور مولانا شاہ اسماعیل کی شہادت کا حادثہ ۶ر مئی ۱۸۳۱ء کو پیش آیا۔

افادات وملفوظات
حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ

مرتبہ
محمد سرور
سابق استاد جامعہ ملیہ دہلی

۵۱۲ صفحات ـــــ سفید کاغذ ـــــ آفسٹ طباعت

قیمت
اٹھارہ روپے

سندھ ساگر اکادمی لاہور
چوک مینار۔ انارکلی